

سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (ہے)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب بی اے
پادری غلام مسیح صاحب } ایڈیٹرز
نیو منزل وارث روڈ۔ لاہور
پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب
ایم اے ایمپرس روڈ۔ لاہور۔ منیجر

نور افشاں

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر
بنام منیجر صاحب ہونا چاہئے
اور مضامین و اشتہارات
برائے اندراج بنام ایڈیٹرز
ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۲	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۱۳ جون ۱۹۲۴ء	نمبر ۲۴

ہندو مسلم کشیدگی

اُس کے اسباب اور اُس کا علاج

(مہاتما گاندھی کے قلم سے)

عنوان مذکورہ کی ذیل میں ہم ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے مہاتما گاندھی کے وہ خیالات پیش کرتے ہیں جو آپ نے اپنے اخبار ینگ انڈیا وغیرہ میں شائع فرمائے ہیں جن سے ہند کے رہ سیاسی اور مذہبی ہیر سخت ہیجان و پریشانی پیدا ہو گئی ہے یہاں میں سخت حیرانی رونما ہو گئی ہو جس پر ہم گذشتہ نمبر میں اشارہ کر چکے ہیں ہر ایک مسیحی کو مہاتما جی کے ان نئے خیالات سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے آپ کے خیالات ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ ایڈیٹر

مہاتما پر ہنود کا الزام

پنڈت بنارسی داس چترویدی علاقہ ٹانگانیکا (جنوبی افریقہ) میں رہنے والے ایک ہندو کا پیغام لائے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ "گاندھی سے کہدو کہ ملتان میں مسلمانوں نے جو مظالم توڑے اُن کا ذمہ وار وہی ہے"۔ میں نے اس پیام کو اس سے قبل اس لئے شائع نہیں کیا کہ میں اس اہم ترین سوال پر قلم اُٹھانے کے لئے تیار نہ تھا۔ لیکن اس وقت کے بعد میرے پاس متعدد خطوط آئے ہیں۔ جن میں سے بعض میرے دوستوں کی طرف سے ہیں جن میں مجھے کہا گیا ہے کہ میں نام نہاد مولیا مظالم کا بھی ذمہ وار ہوں۔ بلکہ مسئلہ خلافت پر جو ایجی ٹیشن ہوا ہے اس کے بعد جتنے ایسے فساد ہوئے ہیں جن میں ہندو نے دُکھ اُٹھایا ہو یا سمجھا جاتا ہو کہ دُکھ پایا ہے اُن کا ذمہ وار میں ہوں۔ جو دلیل پیش کی جاتی ہے وہ یوں بیان کی جا سکتی ہے۔ ہندو کہتے ہیں تم نے ہنود سے کہا کہ مسئلہ خلافت کو اپنا بنا کر مسلمانوں کی مدد کرو تمہاری شمولیت سے اس سوال کو وہ اہمیت حاصل ہوئی جو دیگر معاملات میں اس کو کبھی حاصل نہ ہوئی۔ اس سوال نے مسلمانوں کو متحد و بیدار کر دیا ہے اس نے علماء کو وہ اقتدار دے دیا جو انہیں پہلے حاصل نہ تھا اور اب کہ مسئلہ خلافت کا خاتمہ ہو چکا ہے مسلمانوں نے ہنود کے خلاف ایک قسم کے جہاد کا اعلان کر دیا ہے وغیرہ۔ میں نے اس الزام کو قابل فہم عبارت میں بیان کیا ہے۔ ورنہ بعض میں تو مجھے ایسی گالیاں دی گئی ہیں کہ ان کا شائع کرنا ممکن نہیں یہ ہے تفصیل اس بیان کی جو ہنود مجھ پر عائد کرتے ہیں۔

مسلمانوں کی شکایت

ایک مسلم دوست کہتا ہے کہ مسلمان قوم جو بہی سادہ لوح اور مذہب پرست جماعت ہے اس کو یہ یقین دلایا گیا کہ خلافت خطرہ میں ہے اور ہندو مسلمانوں کی متفقہ آواز اس کو بچا سکتی ہے معصوم مسلمانوں نے تمہارے زبردست لکچروں پر یقین کر کے بڑا جوش دکھایا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے سب سے پہلے مدارس کو۔ عدالتوں کو اور کونسلوں وغیرہ کو بائیکاٹ کیا علیگڑھ کا مشہور ترین تعلیمی مرکز جس کو سر سید نے عمر بھر کی محنت کے بعد قائم کیا تھا اور جو اپنی قسم کا پہلا مرکز تھا اُس کو بالکل تباہ کر دیا گیا۔ میں بڑا ممنون ہونگا اگر آپ مجھے بتائینگے کہ ہندوؤں کے پاس بھی اگر کوئی ایسا مرکز تھا اور اس کا بھی وہی حشر ہوا۔ میں ایسے بیسیوں مسلم طلباء کو جانتا ہوں جو یونیورسٹی ڈگریاں لے کر اپنی ذات اور قوم کے لئے باعث فخر

بن سکتے تھے۔ لیکن مذہب کی بنا پر ان سے کالج ترک کرایا گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بالکل برباد ہو گئے۔ برعکس اس کے معدودے چند ہندو طلبا نے تعلیم کو ترک کیا اور جنہوں نے ایسا کیا وہ بھی اس وقت جلد دوبارہ داخل ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ تحریک کے پرخچے اُڑ رہے ہیں۔ یہی حال دکلا کا ہوا۔ ان دنوں تم نے ہندو مسلمانوں میں ایک قسم کا اتحاد پیدا کر دیا۔ اور دنیا بھر میں اعلان کیا کہ یہ اتحاد مستحکم ہے۔ سادہ دل مسلمانوں نے پھر تمہاری بات پر اعتماد کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اجمیر میں ان پر ستم روا رکھا گیا۔ متھرا۔ میرٹھ۔ آگرہ۔ سہارنپور۔ لاہور اور کئی اور مقامات میں ان پر ظلم ڈھائے گئے۔ مسٹر محمد علی ایک اعلیٰ قسم کے طبعزاد ایڈیٹر ہیں۔ ان کا قابل ستائش اخبار کامریڈ مسلم جماعت کے لئے ٹھوس کام کر رہا تھا وہ آپ کے ساتھ مل گئے اور اب قوم ان کو کھو بیٹھی ہے۔ تمہارے ہندو لیڈر شدھی اور سنگھٹن کے بہانہ سے مسلمانوں کو کمزور کر رہے ہیں۔ تم نے کوتاہ اندیشی سے فیصلہ کیا کہ لوگوں کو کونسلوں میں جانے سے روکا جائے۔ اس کا مسلمانوں پر بہت برا اثر پڑا ہے۔ اس لئے کہ قابل ذی آدمیوں میں سے اکثر نام نہاد فتوے کے باعث کونسلوں میں نہ گئے۔ مسلمانوں کی نہایت قلیل تعداد اب تمہارے ساتھ ہے مگر کیا تم ایمانداری سے یہ نہیں سمجھتے کہ ان کو بھی اپنے ساتھ رکھ کر مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ میں نے سارا خط نقل نہیں کیا لیکن یہ اقتباس اس الزام کو خوب ظاہر کرتا ہے جو مسلمانوں پر عائد کرتے ہیں۔

میں مجرم نہیں

میں مجبور ہوں کہ دونوں اقوام کے جواب میں کچھ کہوں گو میں ان الزامات سے بری ہوں اور میں ہرگز ہرگز تائب نہیں۔ اگر میں وقت کا پیغمبر ہوتا اور جو کچھ ہوا ہے اس کا مجھے پہلے علم ہو جاتا تو میں خلافت کی تحریک کا ساتھ دیتا۔ دونوں قوم کی موجود الوقت کشیدگی کے باوجود مجھے کہنا چاہئے کہ ہر دو اقوام کو فائدہ ہوا ہے۔ ہماری سیاسی تعلیم کا لازمی نتیجہ تھا کہ لوگ بیدار ہو گئے۔ لوگوں کی بیداری بجائے خود بے حد اور ازبس بڑا بڑا فائدہ ہے۔ میں لوگوں کو دوبارہ غافل کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں کرونگا۔ ہماری دانشمندی اب یہ ہو کہ اس بیداری سے مناسب فائدہ اٹھائیں۔ جو حالات ہمارے پیش نظر ہیں دردناک ہیں۔ مگر مایوس کن نہیں۔ بشرطیکہ ہم کو اپنی ذات پر اعتماد ہو موجودہ طوفان آئندہ سکوں کا صرف پیش خیمہ ہے۔ یہ طوفان لوگوں کو اس بات کا علم ہو جانے کا نتیجہ ہے کہ ان کو اپنی طاقت کا علم ہو گیا ہے۔ یہ فساد تکان اور مایوسی کا نتیجہ نہیں ہے۔ عوام کو اس سے یہ توقع نہ رکھنی چاہئے کہ مختلف مقامات پر جو فسادات ہوئے ہیں میں ان کے متعلق یہ فیصلہ کروں کہ قصور کس کا ہے۔ میری یہ خواہش ہی نہیں کہ میں میر فیصل بنوں اور اگر میں جج بننے کا خواہشمند ہوتا تو بھی واقعات میرے سامنے نہیں لہٰذا میں ایسا کر ہی نہیں سکتا۔

موپلاؤں کا قضیہ

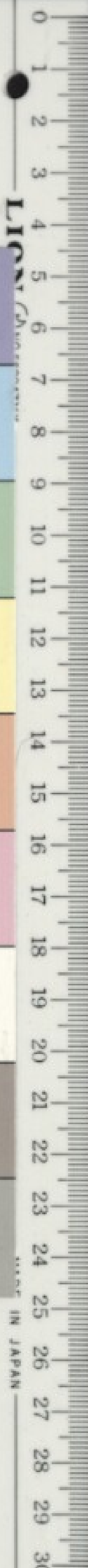
میں موپلاؤں کے معاملہ کی وجوہات کے متعلق مختصراً کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مالابار کے واقعات نے بلاریب ہندوؤں کے دلوں میں بے چینی پیدا کی۔ اس سے کوئی آگاہ نہیں کہ حقیقت کیا ہے۔ ہنود کہتے ہیں کہ موپلاؤں کے مظالم ناقابل بیان تھے۔ ڈاکٹر محمود کہتے ہیں کہ ان مظالم کو بہت مبالغہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ موپلوں کو بھی ہندوؤں سے دکھ پہنچا ہوا تھا اور ہنود کو جبراً مسلمان بنانے کی کوئی مثال ڈاکٹر محمود کو نہیں ملی۔ ایک مثال پیش کیگئی۔ مگر اس کا بھی کوئی ثبوت نہ مل سکا۔

فسادات ملتان وغیرہ

یہ امر متفق علیہ ہے کہ ملتان۔ سہارنپور۔ آگرہ اور اجمیر وغیرہ میں نقصان ہنود کا زیادہ ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ پلول میں ہنود نے مسلمانوں کو ایک کچی مسجد کی پکی مسجد بنانے نہیں دی۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کچی دیوار کو گرا دیا۔ مسلمانوں کو گاؤں سے نکال دیا اور کہا کہ جب تک مسلمان یہ عہد نہ کریں کہ وہ نہ اذان دینگے نہ مسجد جائینگے اُن کو گاؤں میں بسنے کی اجازت نہ دی جائیگی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حالت ایک برس سے زیادہ مدت تک جاری رہی۔ قریہ بدر کئے ہوئے مسلمان رہتک کے قریب عارضی جھونپڑے بنا کر بس رہے ہیں۔ ضلع دھاروار کے موضع بیاد میں میرے رپورٹرس کے قول کے مطابق مسلمانوں نے مسجد کے سامنے باجا بجنے پر اعتراض کیا۔ اس پر ہنود نے مسجد میں گندگی پھینکی۔ مسلمانوں کو پیٹا اور پھر ان پر مقدمات چلائے۔ یہ دو مثالیں بھی میں اس لئے پیش نہیں کرتا کہ میں ان کو ثابت شدہ سمجھتا ہوں۔ نہیں بلکہ میرا مقصد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ مسلمانوں کو بھی یہ شکایت ہے کہ ہندوؤں نے ان پر جبر کیا اور میں یقیناً یہ کہہ سکتا ہوں کہ کئی سال کی بات ہو کہ کٹارپور اور آرہ میں جہاں مسلمان کمزور اور ہنود صاحب قوت دار تھے مسلمانوں پر ان کے ہندو ہمسایوں نے ازبس ظلم کیا۔ اصلی بات یہ ہے کہ جب خون میں جوش پیدا ہوتا ہے تو تعصب کی حکومت پیدا ہوتی ہے اور ہر انسان خواہ وہ اپنا نام ہندو رکھے! عیسائی یا مسلمان اس وقت تک حیوان بنجاتا اور بہائم کا سا عمل کرتا ہے۔

فساد کا مرکز پنجاب ہے

لیکن فساد کا مرکز پنجاب ہے۔ مسلمانوں کو شکایت ہے کہ مسٹر فضل حسین نے ڈرتے ڈرتے ذرا سی کوشش کی ہے کہ مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں کا مناسب حصہ دے۔ جس خط کا اقتباس میں نے اوپر دیا ہے اس میں اس بات کی دردناک الفاظ میں (دیکھو ۱۱)



نور افشاں

مطبوعہ ۱۳ جون ۱۹۲۴ء

ینابیع المسیحیت

مسیحیت یسوع مسیح کی زندگی کا طرزِ عمل ہے

مسیحیت کے مخالفین ہمیشہ سے مسیحیت کو نہ سمجھ کر اپنی لاعلمی سے اُسے اپنے مطاعن کا نشانہ بناتے آئے ہیں ہم ایسے اصحاب کو پہلے صفائی سے سمجھانا چاہتے ہیں کہ مسیحیت کیا ہے؟ ہم نے کہا کہ مسیحیت یسوع مسیح کی زندگی ہے۔ مسیحیت مذہبی صداقت کی زندگی ہے۔ اب بتلاتے ہیں کہ مسیحیت یسوع مسیح کی زندگی کا طرزِ عمل ہے۔

خداوند یسوع مسیح کے زمانہ سے کروڑہا بار بنی آدم زندگی کی نعمت لیکر دنیا میں پیدا ہوئے۔ بڑی بڑی عمر بسر کرکے مر گئے۔ یسوع مسیح کے زمانہ میں کروڑہا بنی نوع انسان مختلف لیاقتوں اور طاقتوں کے پیدا ہوئے اور اچھی خاصی عمریں کاٹ کر چل بسے۔ ان کی زندگی کے طرزِ عمل کو دنیا فراموش کرچکی۔ یسوع مسیح کے بعد اربوں انسان دنیا میں انسانی زندگی لیکر پیدا ہوئے بڑی بڑی عمروں تک زندہ رہے۔ ان کی زندگی کا طرزِ عمل ان کے ساتھ ہی غائب ہوگیا۔ زندہ ہوجانا انسان کا اپنا عمل نہیں پر زندگی کو دائرہ عمل میں ظاہر کرنا انسان کا اپنا عمل ہے۔ زندگی کا بسر کرنا تمام انسانی عقل وہنر سے بڑھکر عقل وہنر ہے۔

خداوند یسوع مسیح صرف ۳۳½ برس کی زندگی کے وارث بنکر ہماری دنیا پر آئے تھے۔ پھر نہایت غریبی ومفلسی وتنگ دستی کے ساتھ آئے تھے آپ نے دنیا میں نکلکر صرف ۳½ برس اپنی زندگی سے کام لیا تھا تو بھی اُس کی زندگی کے طرزِ عمل میں وہ کمال ظاہر ہوا جس کی آج تک دنیا عاشق وشیفتہ ہو اس کی زندگی کا طرزِ عمل اعلیٰ وادنیٰ کے لئے یکساں تسلی بخش ہے۔ وہ انسانی خودغرضیوں سے۔ انسانی تنگ خیالیوں سے۔ انسانی خودنمائیوں سے بالکل پاک ومقدس ہو۔ اس میں دوست ودشمن کے لئے یکساں محبت وخیر پائی جاتی ہے۔ وہ ہر ایک مصیبت زدہ سے ہمدرد ہے۔ ہر ایک خوشحال سے خوش ہے۔ وہ ہر ایک گنہگار سے دوستانہ برتاؤ رکھتا ہے۔ وہ ہر ایک مغرور اور گھمنڈی اور خودغرض وضدی گنہگار سے نافر ہے وہ نہایت خاموشی سے کام کئے جاتا ہے۔ وہ کسی سے اپنی تعریف وثنا کا طالب نہیں وہ جس بات کو حق جانتا اس پر پہلوان کی طرح قائم وثابت ہے۔ جسے وہ ناحق جانتا ہے اُس کے لئے شمشیر برہنہ ہے جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے وہ زندگی کے آخری دم تک کئے جاتا ہے جسے وہ برائی جانتا ہے زندگی کے آخری دم تک بُرائی جانتا ہے وہ ایسے طور سے زندگی گذار جاتا ہے کہ آج تک دنیا اُس پر فدا ہے۔ خداوند یسوع مسیح نے زندگی کے طرزِ عمل پر نہایت زور دیا تھا۔ اُس نے متی ۲۵: ۳۱-۴۶ تک نہایت صفائی سے مسیحی کے طرزِ عمل کو ظاہر کیا تھا۔ اس نے دس کنواریوں کی تمثیل میں اسی حقیقت کو بیان کیا متی ۲۵: ۱-۱۳۔۔۔ اس نے توڑوں کی تمثیل میں مسیحی اور غیر مسیحی کی زندگی کے طرزِ عمل کو ہی دکھایا تھا۔ مسیحی کے لئے یسوع مسیح زندگی تو ہے مگر وہ زندگی کا طرزِ عمل بھی ہے۔ اس نے اپنی زندگی ایسے انوکھے طرز سے بسر کی جو آجتک عقائد ناموں سے ظاہر نہیں ہوسکی تو بھی یہ ہمارے عقائد ناموں کا قصور نہیں بلکہ ہماری زبانوں کا قصور ہے کہ ان میں ایسے موزوں الفاظ نہیں ملتے ہیں کہ جن سے ہم مسیحیت کی حقیقت زیادہ صفائی سے ظاہر کرسکیں۔ اس سے بڑھکر ہماری سمجھ کا بھی قصور ہے کہ ہم اسے سمجھنے میں عاجز رہے ہیں مسیحیت زندگی ہے اور اس کا طرزِ عمل ہے مسیحی زندگی اور مسیحی طرزِ عمل کا جو شخص ہو وہ مسیحی مانا گیا ہے۔ اسے خداوند یسوع مسیح نے مسیحی قرار دیا ہے۔ کیا مسیحیت کے مخالفین آجتک کی انسانی دنیا میں سے فرد واحد کو پیش کرسکتے ہیں۔ جو ان اسباب وحالات میں پیدا ہوکر جن میں یسوع مسیح پیدا ہوا تھا یسوعی طرزِ عمل کا نکلا ہو خواجہ صاحب نے ہزاروں انسان شمار کئے ہیں۔ مگر ہم ایک مثنیٰ پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں تا آپ نے تو یسوع مسیح کے طرزِ عمل کے مثنیٰ کو کیا پیش کرنا ہے دو ہزار برس کی مخالف دنیا بلکہ آجتک نہیں کرسکی ہے۔

نصیحت کے شگوفے

(۱) بہت لوگوں سے ہاتھ نہ ملاؤ (پلوٹارک)

(۲) دنیا میں دوست کمیاب ہیں (بیکن)

(۳) زیادہ علم حاصل کرنا اپنے غموں کو زیادہ بڑھانا ہے (سرٹامس)

(۴) فرائض کا ادا کرنا اور نیک کام عین عبادت ہے (سر چارلس)

(۵) محبت اور اخلاص عین نماز ہے (//)

(۶) اپنے وطن کی اخلاص کے ساتھ خدمت کرنا خدا کی عبادت ہے (انگاروی)

(۷) ہمارا دل خدا کی محبت اور غیر انسان کی محبت سے لبریز ہو (//)

(۸) جس سے ملاقات کرو اُس سے کچھ نہ کچھ

سیکھنے کی عادت ڈالو (تھکانا)

(۹) انسان فطری اور خلقی طور پر آزاد پیدا کیا گیا ہے (فورل)

(۱۰) آزادی دنیا کی ہر قسم کی سعادت و فلاح سے افضل ہے (مینیجیو)

(۱۱) آزادی ہر ایک انسانی ترقی کی اصل اصول ہے (نیچی)

(۱۲) مساوات ہر قسم کی عدالت کا سرچشمہ ہے خواہ قوموں کے درمیان ہو یا افراد کے درمیان (نپولین)

(۱۳) طبعی مساوات انسانی افراد کے لئے اپنے حقوق کی شناخت کا سب سے پہلا اصول ہے - اور اسی پر تمام اخلاق حمیدہ کی بنیاد ہے - (کانڈرسی)

(۱۴) آزادی ایک ایسی چیز ہے جو نفس انسانی کی زندگی کے لئے ایک ضروری چیز ہے (دکرٹ)

(۱۵) تنقید ہی صحیح علم حاصل کرنے کا ذریعہ ہے - اسی لئے اپنے افعال اور خیالات تنقید کے ماتحت لاؤ اور اپنے خیالات کی دوسروں سے تنقید چاہو (ولیم)

(۱۶) سب سے زیادہ کام کا علم تو اپنے ملک اور مادری زبان کا سیکھنا ہے - (ولسن)

(۱۷) زندگی کا جو چشمہ میری رگوں کے اندر دوڑتا پھرتا ہے وہ تمام عالم میں جاری ہے (ٹاگور)

(۱۸) شائستہ سوسائٹی کی زبان فلسفانہ - مگر نیم شائستہ کی شاعرانہ ہوتی ہے - زبان کی تبدیلی کچھ تو سبب اور کچھ نتیجہ ہوا کرتی ہے دماغی قوٰی کی تغیرات کا (میکالے)

(۱۹) کمزور انسان موقعوں کی انتظار میں رہتے ہیں - لیکن مضبوط انسان خود موقعے پیدا کر لیتے ہیں (جنرل گرانٹ)

(۲۰) ہر ایک مصیبت آفت نہیں بلکہ بار ہا مصیبت رحمت بھی ثابت ہوتی ہے - سر کی ہوئیں تنسلات ہمیں صرف سبق ہی نہیں دیتیں بلکہ آئندہ جدوجہد کے لئے ہماری ہمت بڑھاتی ہیں - (فضاریپ)

(۲۱) اس دنیا میں کوئی بشر ایسا پیدا نہیں ہوا جس کا کام اس کے ساتھ پیدا نہیں ہوتا (لانگل)

(۲۲) اس دنیا میں کسی کام کے اندر اس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں ہوتی - جب تک کہ کوئی شخص اس میں تبدیلی نہیں کرتا (گارفیلڈ)

(۲۳) کالی سے کالی مٹی میں بھی خوبصورت سے خوبصورت پھول پیدا ہوتے ہیں اور سخت سے سخت چٹانوں میں سے لمبے لمبے درخت نکلکر آسمان کی طرف سر بلند کرتے ہیں (ہالمیٹڈ)

(۲۴) مفلسی نہایت خوفناک ہوتی ہے - کیونکہ بعض اوقات یہ ہماری روح کی پاکیزگی کو بھی برباد کر دیتی ہے (اوبڈا)

(۲۵) مفلسی چھٹی گیان اندری ہے (جرمن ضرب المثل)

(۲۶) اس میں بالکل شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ جو اصحاب آجکل صنعت وحرفت کے کپتان بنے ہوئے ہیں یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے نہایت غریب لڑکوں کی حیثیت سے اپنی زندگی شروع کی ہے - (سٹیڈمن)

(۲۷) یہ امر عام طور پر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ مفلسی نوجوانوں کی اعلیٰ خواہشات کا زینہ ہوتی ہے (شکسپیر) چوہدری غلام حیدر

تمری بیت جنرل ارائے کنشز ہوڑہ میونسپلٹی

ان تمام ...... والنٹیروں کو جو نار کنجورآنا چاہیں مفت ریلوے ٹکٹ دینگے - انہیں یہ بھی اختیار ہے کہ وہ مہابیردل کی طرف سے سوراج ریسدٹ دیکر چندہ جمع کریں -

کیا موجودہ بائبل اصلی اور قابل اعتبار ہے

مندرجہ بالا عنوان کا ایک مضمون فورمن کرسچن کالج میں بندہ نے سنایا تھا جس پر مولوی عصمت اللہ صاحب نے اپنے ایک احمدی اخبار میں چند ایک اعتراض کئے ہیں - اُن کا ذکر کرنا اور معترض صاحب کے مغالطوں کو فاش کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا - پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس دعوٰی کا ایسا ثبوت نہیں جیسا ایک اور ایک دو کا ہوتا ہے؟ معترض صاحب کو یہ خبر نہیں کہ ریاضی کے ثبوت میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی اور نتیجہ یقینی ہوتا ہے - ایسا ثبوت اثباتی خدا کی ہستی کا پایا نہیں جاتا - ایک اور ایک دو یا دو اور دو چار کا کوئی منکر دنیا میں نہ ملیگا - لیکن خدا کی ہستی کے منکر سینکڑوں ہزاروں ملینگے - اگر خدا کی ہستی کا علم ریاضی کے مسائل کی طرح ثبوت ہوتا تو ایمان کو کہاں گنجائش ہوتی کبھی کسی نے یہ کہتے سنا ہے کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں وہ تو یقیناً چار ہیں - اسی طرح جتنے تاریخی واقعات اور مناظر ہیں ان کے لئے بھی یہ اثباتی ثبوت نہیں ہو آگرا آفتاب جو ہر روز طلوع ہوتا اور ہزاروں برس سے طلوع ہوتا آیا ہے - اس کی نسبت بھی دو اور دو چار کی طرح ایسے یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کل طلوع ہوگا - ممکن ہے کہ آج ہی قیامت آجائے - اور آفتاب کی روشنی کسی حادثہ کے باعث کل ہم تک نہ پہنچے - یا زمین کی گردش کسی عجیب وغریب واقعہ سے موقوف ہو جائے - یا کسی سیارے سے ٹکر کھا کر پاش پاش ہو جائے یا خود آفتاب کسی وجہ سے داغدار ہو کر بالکل روشنی نہ دے - الغرض ایسے سارے امور ومناظر کے ثبوت تواتر یا تسلسل یا ظن غالب پر موقوف ہیں کسی میں یہ ظن غالب تقریباً یقین کے درجے



تک پہنچ جاتا ہے کسی میں کچھ کم وبیش ہوا کرتا ہے خود قرآن کا ایسا ثبوت نہیں جیسا کہ ایک اور ایک دو کا ہوتا ہے اگر ایسا ہوتا تو جیسے ایک اور ایک دو کا کوئی منکر پایا نہ جاتا ویسے قرآن کے منکر ان کا وجود بھی صفحۂ ہستی پر نہ ملتا۔ لیکن چونکہ لاکھوں کروڑوں قرآن کے منکر موجود ہیں بلکہ اس کے الہام ومضامین وغیرہ پر بھی پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ اس لئے آپ کی دلیل کے بموجب قرآن کے اصل اور قابل اعتبار ہونے کا ثبوت بھی قطعی الدلالۃ نہیں رہا۔ باقی آیندہ علی بخش

خواجہ کمال الدین صاحب کی غلط بیانی کا ایک اور شاہد

چھپتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بال بھر
کھل جاتی ہے اخیر میں رنگت خضاب کی

مرزا صاحب کے مرید با اخلاص اور لاہوری مرزائی فرقہ کے رکن اعظم خواجہ کمال الدین صاحب ولایت میں اسلام کی تبلیغ کو گئے اور ۱۲ سال تک وہاں رہے۔ اور عام مسلمانوں کی جیبوں سے تبلیغ اسلام کے نام پر ہزاروں روپے برباد کرنے کے بعد حال ہی میں واپس تشریف لائے ہیں۔ وہاں آپ نے جس اسلام کا وعظ کیا وہ نئی روشنی کے اہل اسلام کا اسلام جدید تھا۔ جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے۔ مگر انہیں اپنے مقصد میں جو ناکامی ہوئی اس کی حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے آپ نے ایک کتاب لکھی اور ثابت کرنے کی ازحد فضول کوشش کی کہ واقعات کی بنا پر گویا میری ولایت میں موجودگی کا یہ اثر ہوا کہ ۱۹۱۲ء میں جب میں لندن پہنچا تو مسیحیت اپنی انتہائی شان میں جلوہ گر تھی اور گرجے معمور تھے۔ آپ گویا میری تبلیغ اسلام سے یہ حال ہے کہ وہاں کے بڑے بڑے مسیحی پیشوا مسیحیت سے منحرف ومنکر ہو گئے۔ یہ خواجہ صاحب کی غلط بیانی کا خلاصہ ہے۔

اس کے بعد خواجہ صاحب نے اخبارات میں یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ میں نے واقعات کے واقعات پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ ولایت سے مسیحیت رخصت ہو چکی ہے۔ لہٰذا مسیحیوں کو ان کی تردید کرنی چاہئے۔ چونکہ ان واقعات کا صحیح علم اہل انگلستان ہی کو ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جناب پادری علی بخش صاحب نے پادری وائٹ برکیٹ صاحب کو اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ مہربانی سے بتائیں کہ جن واقعات کا ذکر بیان خواجہ صاحب کر رہے ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط۔ اس کے جواب میں پادری صاحب ممدوح نے ۲۰-۴-۲۳ کو ایک خط جو آج ہمارے ہاتھ آیا ہے جس کے اقتباسات مندرجہ ذیل ہدیۂ ناظرین ہیں تحریر کیا تاکہ حقیقت حال پبلک کے پیش نظر ہو۔ پادری وائٹ برکیٹ صاحب لکھتے ہیں:۔

میں چند مقطوعات (پرزے) ارسال کرتا ہوں جس سے پتہ لگیگا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ فری چرچ کونسل کی بحث اور انگلیکن تحریک بشارت کے مرسلہ رسائل سے جاری شدہ بحث کا حال معلوم ہو جائیگا۔ یہ بحثیں اس غرض سے ہو رہی ہیں کہ ایمانی صداقتوں کو ان کی اصلی اور حقیقی صورت میں زمانہ موجودہ کے سامنے کس طرح قابل فہم طریق میں پیش کیا جائے انتہا پسند اور غیر محتاط تقاریر سے جو دوران بحث میں کی گئیں احمدی مصنف نے موڑ توڑ کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ مسیحی ایمان متروک ہو چکا ہے۔ اس ضمن میں دو سوال باعث دلچسپی ہونگے۔

(۱) کہ قرآنی تعلیمات اور حقیقی اسلام کے کس قدر حصہ کو احمدیوں نے بغیر اس پر کچھ کہنے کے چھوڑ دیا ہے؟۔

(۲) اور کہ مرزائی یا دیگر موجودہ مسلمانوں نے مذہب خدا۔ سائنس اور دنیا کے متعلق مسیحی علما کی تصانیف سے نقل کرنے کے علاوہ کیا کچھ لکھا ہے؟

کمال الدین گرجاؤں کی عبادت کے متعلق جو کچھ کہتا ہے وہ محض اس کا اپنا گمان ووہم ہے۔ جگہ اور وقت کے لحاظ سے گرجوں میں حاضری مختلف ہے اس نواح میں جو گرجا پہلے بھرا ہوتا تھا اب اس میں حاضری بہت کم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے قرب وجوار میں یہودی کثرت سے آباد ہیں۔ اس کے برعکس گرجا سینٹ مارٹن واقعہ ٹریفالگر جو چند سال قبل ازیں قریباً خالی ہوا کرتا تھا۔ آجکل حد سے زیادہ بھرا ہوا ہوتا ہے ہو سکتا ہے کہ بہت مجموعی لوگ اب گرجا میں کم جاتے ہوں۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہبی روح بہت ترقی کر گئی ہے اور اس کا اظہار کرسچین سٹوڈنٹ موومنٹ۔ کرسچین سوشل فیلوشپ (انجمن ہائے مسیحی طلبا اور جماعت مسیحی معاشرت) وغیرہم انجمنوں کے کام سے ہو رہا ہے اور بالخصوص آنے والی مسیحی کانفرنس سیاسیات واقتصادیات سے جو کہ اگلے ماہ میں برمنگھم میں منعقد ہوگی اور پبلک زندگی میں مسیحی مذہب کا اثر بہت نمایاں ہے۔ پولیس کورٹ مشنریوں کا مجرموں سے اور عدالت بچگان کا نوجوان مجرمین سے معاونین اصلاح کا قیدیوں سے سلوک اس کے ثبوت ہیں۔ میں آپ کو چرچ آف انگلینڈ کی سال گذشتہ کی سالانہ کارروائی کا ایک حصہ ارسال کرتا ہوں۔ جس سے مذہبی کام اور اعداد وشمار کی واقفیت حاصل ہوگی وغیرہ

(دستخط) ایچ۔ یو۔ وائٹ برکیٹ سٹنٹس
۸۵ سالسبری نیوپارک۔ لنڈن۔ این ۵

اس سے خواجہ صاحب کی تازہ تصنیف نتائج المسیحیت کے واقعات کی حقیقت اظہر من الشمس ہے (باقی پھر کبھی) خان



واعظوں کے لئے مخصوص مطلب خیز

"اپنا بوجھ خداوند پر ڈال کہ وہ تجھے تھام لیگا"۔ اس آیت میں یہ نہیں لکھا ہو کہ "اپنا بوجھ خداوند پر ڈال اور وہ اُس کو اٹھا لیگا"۔ مگر لکھا ہے کہ "وہ تجھے تھام لیگا"۔ خداہمارا بوجھ اس طور پر اُٹھا نہیں لے جاتا کہ ہم کو کچھ کرنا ہی نہ پڑے یا ہم کو اُس کی ضرورت ہی نہ رہے۔ بلکہ وہ اپنے روح سے ہم کو ایسی طاقت بخشتا ہے کہ ہم بھاری ذمہ واریوں کا بوجھ سر پر لئے ہوئے شادمان و فرحاں آگے بڑھیں

ابوالبشر یعنی آدم اول کی تلاش باغ میں ہوئی تھی۔ مگر وہ درختوں کے بیتوں میں چھپ گیا کیونکہ گنہگار تھا۔ اسی طرح آدم ثانی کی تلاش باغ میں ہوئی مگر وہ پتوں کے سایہ میں سے ابھر آیا کیونکہ بے کوٹ تھا۔

کسی شخص نے ایک چھوٹی لڑکی کو جو اپنے بھائی کو اُٹھائے تھی کہا کہ "یہ بچہ تمہارے لئے بھاری ہے"۔ اُس نے جواب دیا "نہیں وہ تو میرا بھائی ہے۔ بھاری نہیں"۔ محبت نے اس کے بوجھ کو ہلکا کر دیا تھا۔ ہم جتنا اپنے خداوند کو زیادہ پیار کرتے ہیں اسی قدر اس کی خاطر تکلیف برداشت کرنا ہمارے لئے آسان ہوتا ہے

جب پیاس ہو تو ایک تن آور بیل کو ایک بچہ بھی پانی پلا سکتا ہے۔ لیکن اگر پیاس نہ ہو تو زبردست شخص بھی بیل کا گلا دبا کر اُسے پانی پلا نہیں سکتا۔ اسی طرح اگر روحانی پیاس ہو تو واعظ خواہ کیسا ہی نکما کیوں نہ ہو اُسکی پیاس کو بجھا ئیگا۔ لیکن اگر روحانی پیاس نہ ہو تو عمدہ سے عمدہ واعظ کی تقریر بھی لاحاصل ہے۔

مسیح خداوند نے ہمیں سکھایا ہے کہ ننانوے بھیڑوں کو چھوڑ کر ایک کھوئی ہوئی بھیڑ کی تلاش میں جاؤ۔ مگر ہم ننانوے بھیڑیں بیابان میں چھوڑ کر ایک بھیڑ کو کھلانے پلانے کے لئے بھیڑ خانہ میں جمع ہو جاتے ہیں۔

ہمارے خداوند نے ننانوے بھیڑوں کو چھوڑ کر ایک گم شدہ کی تلاش کی اور اس کی خاطر اپنے اوپر سخت تکلیف گوارا کی اور اس کو پاکر اپنے ہی کاندھوں پر اٹھا لایا۔ ہم نے نہ فقط گمشدہ کی تلاش نہ کی۔ بلکہ اُس سے بڑھ کر جب وہ خود واپس آرہا تھا اُسے ہانک دیا (مقدس سیرن)

جبیل جینوا کے کنارے پر چلن کا قلعہ واقع ہو جس میں ایک زندان کے اندر ایک کنواں ہے۔ اس کنوئیں کے تہ میں جبیل کا پانی دکھائی دیتا ہے اور اُس کا نام "آزادی کی راہ" رکھا گیا ہے۔ روایت ہے کہ قدیم زمانہ میں زندان کی تاریکی میں داروغہ قیدی کے کان میں کہتا کہ "تین قدم آگے بڑھو تو تمہیں آزادی حاصل ہوگی"۔ وہ قسمت کا مارا داروغہ کی بات مان کر جلدی آگے بڑھتا اور اس کنوئیں میں گر پڑتا جس کی دیواروں میں چھُریاں اور خنجیں گاڑ رکھی تھیں سو اس قیدی کی لہولہان لاش نیچے جبیل میں گر جاتی تھی۔ بعینہٖ ہی گناہ کی آزادی کلیے۔ نادان انسان امتحان میں پھنس کر تاریکی میں کود پڑتا ہے اور رنج و غم سے گھائل اور زخمی ہو کر خندق میں گر جاتا ہے۔ "بے شک ایک راہ ہے جو انسان کو سیدھی دکھائی دیتی ہے پر اُس کی انتہا میں موت کی راہیں ہیں"۔

زوفہ ایک چھوٹا اور کم قیمت بوٹا ہوتا تھا اس سے مراد مسیحی منادہیں مسیح کے شاگرد عالم نہ تھے بلکہ زوفے کی مانند چھوٹے اور عوام میں سے تھے (اعمال ۴: ۳) وہ لبنان کی مانند نہ تھے۔ بلکہ صرف زوفے کی مانند جو دیواروں پر اُگتا ہے۔

جب تم عشا میں پیالہ لینے کو آتے ہو تو ایسی حرمت اور ادب سے آؤ گویا عین اُس چھیدے پہلو سے پینا چاہتے ہو (کریسا سٹم) ابوالعزیز

آریہ سماج اور شدھی

گذشتہ سے پیوستہ

دوسرے رڑکی کے واقعہ کو آریہ سماج یاد کرے جبکہ مسٹر سید علی صاحب کو جنکا موجودہ نام ست پال ہے۔ جب اُنکو شدھ کرنے کا وقت آیا تو آپ نے چند ایک سوالات سماج کے سامنے رکھے کہ جو میرے کھان پان نشست و برخواست اور ووا ہ وغیرہ کے لئے کیا ہوگا تو آریہ سماج کی طرف سے ان کو جواب دیا گیا کہ سماج ایسی باتوں کا ذمہ وار نہیں ہے۔ ہاں مسٹر عبدالغفور صاحب (دھرمپال) نے نیوگ کی آڑ میں بے شک آریہ سماج کے ممبروں کی تعداد کو بڑھایا۔ ہم ان متذکرہ بالا خاروں کی نسبت آتنا ہی کہینگے کہ ع

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

دور کیوں جاتے ہو اپنے پڑوس پر ہی نظر اسر اور دینا نگر پٹھانکوٹ۔ سوجانپور اور کٹھوعہ وگھروٹہ وغیرہ کے ان اچھوت جاتیوں کو دیکھو جنکو آریہ سماج نے شدھ کیا تھا۔ ہم اس وقت سوجانپور میں موجود تھے۔ بلکہ شدھی کے دلدادہ مرحوم چودھری رام بھیجدت صاحب ان لوگوں کو شدھ کرنے کی خاطر گئے۔ چودھری صاحب نے جاتے ہی حجام کو بلوا کر شدھ ہونے والوں کو منڈوا دیا۔ یعنی سجدہ را کروا دیا اور ایک جگہ جمع کر کے پانی کا چھینٹا دے دیا اور بس چلتے بنے۔ ہم آریہ سماج سے دریافت کیا چاہتے ہیں کہ ان کی آج تک بھلائی اور برادرانہ رشتہ داری کو سماج نے آج تک کس معراج پر پہنچایا ہے یہ سوال ہم ان کے فیصلہ کے لئے چھوڑتے ہیں۔

آج ہمارے سامنے ایم ایم مالویہ جی کا ایک



رسالہ بنام "پیغام مالویہ" ہے آپنے رسالہ ہذا کے صفحہ ۲۰ کی آخری سطور میں ہندوؤں سے یوں اپیل کی ہے کہ "اچھوت بھائیوں سے پریم کا پرکاش کرنے اور دھرم اپدیش اور تعلیم کے ذریعہ ان کی حالت کو سدھاریں میں یہ نہیں کہتا کہ ان کے ساتھ ملکر کھان پان کا بیوہار کرو۔ یا ان کے ساتھ اپنے لڑکے لڑکیوں کی شادی کرو لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم ان کو اپنے ہندو سماج کا ایک انگ سمجھ کر ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کریں اور ان کی حالت کو سدھارنے کی کوشش کرنا اپنا فرض سمجھو۔ تاکہ وہ اپنے دھرم کو تیاگ کر کے دوسرے لوگوں کے پنجے میں نہ پھنس جاویں"۔

یہ عجیب چال ہے کہ کسی کو چھت پر چڑھا کر سیڑھی کھینچ لیں یا کسی کو اپنے عالیشان محل میں جگہ دینے کا وعدہ کر کے غریب کی جھونپڑی کو آگ لگوا دیں اور جب غریب کا جھگا خاکستر ہو گیا تو اپنے محل کا دروازہ بند کر لیں۔ کیا اسی کا نام "شدھی" ہے۔ اب آریہ سماج پر یہ سوال آتا ہے جس کا جواب ہم ان سے دریافت کیا چاہتے ہیں کہ جب سماج کے طریقوں کے مطابق ایک اشدھ کو شدھ کیا جاتا ہے تو کیوں شدھ کردہ بھائی سے کھان پان رشتہ داریاں روا نہیں رکھی جاتیں؟ کیا ایسی شدھی کو کوئی حق پسند۔ منصف مزاج شدھی کے نام سے پکاریگا ہرگز ہرگز نہیں۔ بلکہ ہمارے اور حق پسندوں کے خیال میں ایسی شدھی کو اگر ٹیکل شدھی کہا جائے تو بجا اور درست ہوگا۔ جیسا کہ مالویہ جی نے اپنے اسی رسالہ میں جس کا ذکر ہم اوپر کسی جگہ کر آئے ہیں صفحہ ۵۹ کی آخری دو سطور میں یوں فرمایا ہے "جو چاہے ہندو بن جائے۔ ہندو دھرم کا سورج روشن ہو کر ہمیں ملا تو بنا دیگا"۔ (باقی آئندہ)

جان عنائت اللہ

۲۷ فرزنگ روڈ۔ لاہور۔

پنجاب سٹنڈے سکولوں کی یونین کے افسران کا اجلاس بمقام وزیر آباد

مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۲۴ء کو بعد دوپہر وزیر آباد کے ڈاک بنگلے میں جناب پادری ایف۔ بی میکل صاحب پریذیڈنٹ مس ورا صاحبہ سکرٹری۔ مسٹر جوزف آرو ؤ سکرٹری و مس سیموئیل صاحبہ خزانچی و مسٹر فضل الٰہی صاحب و پادری ینگ صاحب ممبران انتظامیہ کمیٹی نے فراہم ہو کر پنجاب سنڈے سکولوں کی بہتری و بہبودی کے مندرجہ ذیل امورات پر خوب غور کیا:۔

اول یہ کہ سنڈے سکولوں کے یونین کے عہدہ داران کا نیا انتخاب ہو اور وہ اشخاص اس کام کے لئے منتخب کئے جاویں جنہیں اس کام کے لئے دلی شوق ہو۔

دوئم یہ کہ موسم سرما میں ماہ نومبر ۱۹۲۴ء میں بہ صلاح مشورہ انتظامیہ کمیٹی پنجاب سی۔ ای یونین ایک کنونشن کی جاوے اور آل انڈیا سنڈے سکول سکرٹری صاحب کو مدعو کیا جائے۔

سوئم سنڈے سکولوں کے امتحانات کو از سر نو جاری کیا جاوے اس کے متعلق جناب مسٹر فضل الٰہی صاحب ہیڈ ماسٹر مشن ہائی سکول جہلم سے خط و کتابت کریں

چہارم یہ کہ پنجاب کے تمام سنڈے سکولوں کی ایک فہرست مرتب کی جاوے اور کوشش کی جاوے کہ یہ سنڈے سکول یونین سے الحاق پیدا کریں۔

پنجم۔ خزانچی صاحبہ کا دلی شکریہ ادا کیا گیا آپ نے بڑی محنت سے سنڈے سکول یونین کا قرضہ ادا کر دیا ہے اور آئندہ کوشش کر رہی ہیں کہ چندہ کثیر جمع ہو جاوے۔

ششم۔ قرار پایا کہ پادری بی بی رائے صاحب کو لکھا جاوے کہ وہ سنڈے سکول کے پرچوں کی چھپوائی اور ترتیب درست کریں اور کم از کم بدستور سابقہ ایک سہ ماہی کے پرچے اکٹھے چھپکر آجایا کریں اب جس حال کہ سنڈے کی طرف سے یہ مبارک خدمت ایرنس کو دی گئی ہے امید ہے یہ دقت بھی دور ہو جاویگی۔

ہفتم۔ تمام سنڈے سکولوں سے درخواست کی جاوے کہ وہ اپنی اپنی فیس یعنی شہری سنڈے سکول ۱؎ و دیہاتی سنڈے سکول ۸ خزانچی مسٹر ایم۔ آر۔ سیموئیل صاحب نزد ڈی اے وی اسکول راولپنڈی کو بھیجدیں۔

نہم۔ چاہئے کہ تمام پنجاب کے سنڈے سکول کے سپرنٹنڈنٹ صاحبان اپنا اپنا نام اور پورا پتہ معہ سنڈے اسکول کے طلبا کی تعداد کے جناب مس ڈار صاحبہ قصور کے پاس جس قدر جلد ہو سکے لکھ کر بھیجدیں۔

دہم۔ نئے افسران کا انتخاب برائے منظوری یونین کیا گیا۔ مگر کنونشن کے انعقاد تک پہلے افسران ہی کام کرتے رہینگے۔ درخواست ہے کہ ناظرین ہمارے تمام سنڈے اسکولوں کے کام کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد کرتے رہیں۔

جملہ خط و کتابت انگریزی میں مس ورا صاحبہ سے اور اردو راقم مضمون سے کی جاوے۔ حتی الوسع ہر ایک خط کا جواب جلد دیا جائیگا۔ آپ کا تابعدار

خادم قوم۔ ایم۔ این۔ جوزف وکیل کمپو بقلمہ۔

دیو سماج کے پریچروں سے دینی گفتگو بمقام گوجرانوالہ

پنجاب سنڈے اسکول یونین کے اجلاس سے لوٹتے وقت یہ خادم گوجرانوالہ میں اپنے ایک عزیز مسٹر ڈوڈ نصیر الدین کی جو عرصہ سے بیمار ہیں خیر و عافیت دریافت کرنے کے لئے ٹھہر گیا تھا۔ یہاں کے خادم الدین جناب پادری رائے صاحب نے درخواست کی کہ بروز اتوار صبح کی عبادت شہر کے بیت اللہ میں خادم کرائے اور بموجب درخواست سی۔ ای گوجرانوالہ سنڈے کے روز صبح سات بجے سینیئر و جونیئر سی۔ ای سوسائٹی کے ممبران کے سامنے خادم نے متی ۹ باب میں سے اس مفلوج کا معجزہ رکھا جسے ہمارے خداوند نے فرمایا تھا کہ جا تیرے گناہ معاف ہوئے اور پھر یہ کہ اپنا کھٹولا اٹھا اور چل پھر۔ قریب ایک گھنٹہ تک ان الفاظ و قول و فعل کی تشریح کی گئی اور بتایا گیا کہ مسیحی دین ان ہر دو کا مجموعہ ہے۔ جب تک ہم مسیحی قول اور فعل میں خداوند کی پوری پیروی نہ کرینگے ہم مسیحی نہیں کہلا سکتے اور نہ ہی ہم اپنی سی ای کے سچے ممبر ہیں۔ ڈھولک اور چمٹے سے خوب زور لگائے گئے۔ سوتے ہوئے ممبران جاگ پڑے۔ بول خداوند یسوع مسیح کی جے۔ پھر وہاں سے سید حاشن اسکول میں جا کر میں نے پورے ۹ بجے عبادت کرائی جس میں متی ۴ باب۔ خداوند مسیح کی آزمائشوں پر درس دیا گیا اور زور دیا گیا کہ شیطان نے خداوند سے جب سجدہ کرنے کو کہا تو ڈانٹ ڈپٹ سے کہا جا شیطان مجھ سے دور ہو۔ لکھا ہے کہ فقط اس اکیلے سچے زندہ خدا کو سجدہ کر۔ ہم مسیحی پہلی آزمائش میں ایسے غلطان و پیچان رہتے ہیں کہ ہر ایک کو روٹی کا خیال رہتا ہے۔ جیسے بچے کو ہر دم روٹی کا خیال رہتا ہے اور ہم مسیحی ہو کر بھی صبح و مسا اس شیطان سے کھیلتے رہتے ہیں وہ ہمارے اوپر ایسا قبضہ کر لیتا ہے کہ گویا سر پہ شیطان کے آگ اور شیطان چڑھا۔ اس کے دبدبہ کے تلے ہم منشیات جھوٹ۔ مکر و فریب۔ دغا۔ عداوت۔ حسد بغض عناد جیسی بد عادات کے غلام بنکر اپنے اصلی گھر اور قربت الہٰی سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں۔ بکا بیا کی جڑیں یہ شیطان برباد کر دیتا ہے اور بکلیسا کا بار و شجر زمین پر گر کر کیڑوں۔ مکوڑوں اور مویشیوں کا چارہ بنجاتا ہے۔

عبادت میں خلاف معمول ۶۰ کے قریب با اتفاق دیسی اور پردیسی مسیحی موجود تھے۔ اس عبادت میں شروع سے اخیر تک دو پریچر دیو سماج کے بھی موجود تھے عبادت کے اختتام پر بجائے جسمانی خوراک حاصل کرنے کے دو گھنٹے تک میں اور بزرگ پادری جیون مل صاحب ان مناظروں سے دینی بات چیت کرتے رہے۔ ان میں سے ایک صاحب جو شکل و شباہت سے سکھ معلوم ہوتے تھے جلدی ہی ہمارے دلائل کو مان گئے۔ مگر دوسرے صاحب جو ہندوستان کے کسی گاؤں کے باشندہ اور نئے رنگروٹ تھے خداوند تعالیٰ کی ہستی سے انکاری ہیں جو منہ میں آیا کہتے گئے ایک نابینا حافظ اہل اسلام کے بھی عبادت میں اور مناظرہ میں موجود تھے۔ انہوں نے بھی حصہ لیا آخر کار اپنے ہی دلائل سے انکو ماننا پڑا کہ اس تمام کارخانہ دنیا کا صانع کوئی نہ کوئی ضرور ہے۔ ہم ان کو پادری بیگ صاحب کے حوالے کر کے آپ چلے آئے۔ ان زبونوں کے لئے ضرور دعا کریں۔ وہ خداوند مسیح کے گلے میں شامل ہونے کو تیار ہیں مگر بذریعہ دیو سماج امید ہے ان سے ضرور پھر ملاقات ہوگی اور ہمارا ایمان ہے کہ وہ بہت ہی جلد مسیحی ہو جاوینگے۔

آپکا خادم۔ ایم۔ این ہوز وکیل۔ کیمور بھقلہ۔

باباجی کا تھیلا

مقدمات ۱۹۲۲ء میں پنجاب کی تمام عدالت ہائے دیوانی میں ۱۸۰۰۰۰ استقدمات دائر ہوئے۔ جنکی مالیت ۷ کروڑ روپیہ سے بھی زیادہ تھی۔ ان مقدمات میں صرف ۸۰ فیصدی مقدمات کی پیروی فریقین نے کی۔ باقی ۲۰ فیصدی مقدمات میں جوابدہی بالکل نہیں کی گئی۔ معمولی مقدمات کے تصفیہ میں بھی عدالت دیوانی کو اوسطاً ۴ ماہ کا عرصہ لگا۔

اعلیٰ تنخواہیں۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے دفاتر میں ۵۰۰ روپے ماہوار سے زیادہ تنخواہ پانے والے ہندوستانی ملازمان سرکار حسب ذیل ہیں محکمہ ڈاک و تار میں ایسے عہدوں پر ۴ فیصدی ہیں۔ ریلوے میں ۲۴ فیصدی۔ سررشتہ تعلیم ۲۲ فیصدی محکمہ مال میں ۱۶ فیصدی۔ سررشتہ تجارت میں ۳۴ فیصدی سررشتہ قانونی میں ۲۷ فیصدی۔ سررشتہ صنعت و حرفت میں ۱۱ فیصدی۔ سررشتہ ذخیرہ میں ۲۰ فیصدی ہندوستانی ملازم ہیں۔

فوج کا خرچ۔ ہندوستان میں ہر قسم کی فوج پر آئندہ سالانہ فوجی خرچ ۵۹ کروڑ روپے ہوگا۔

خفیہ خط و کتابت۔ تھوڑا سا پانی لیکر اس میں چند قطرے تیزاب کے ملا دو۔ اب اس سے لکھو خشک ہو جانے پر کاغذ بالکل دکھائی دیگا اب اگر اس کاغذ کو آگ کے سامنے دو منٹ کے لئے رکھ دیں تو الفاظ صاف طور پر نظر آنے لگینگے۔ یہ ترکیب سب سے آسان ہے اور یہ طریقہ جنگ افغانستان میں کامیابی کے ساتھ استعمال کیا گیا تھا۔

موٹر میں فرشتہ۔ سنا تھا کہ ہر آدمی کے شانوں پر کراماً کاتبین ہوتے ہیں جو آدمی کے نیک



دہ احوال لکھتے رہتے ہیں۔ مگر اب موٹر کاروں میں ایک ایسا آلہ لگتا ہے جو کہ موٹر کی ایک ایک منٹ کی حرکت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ آلہ سفر کی ابتدائی اور انتہائی مسافت موٹر کی رفتار۔ اثنائے راہ میں قیام اور عرصہ قیام کے متعلق معلومات مہیا کرتا ہے۔ موٹر یا کسی مسافر کے چل ہو تو بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ آلہ ڈرائیوروں کے لئے کراماً کاتبین ہے۔ اب معلوم ہو جائیگا کہ ڈرائیور نے کتنا وقت بیجا ضائع کیا۔ یا کتنی دیر تک خود متمتع ہوتا رہا۔

ٹکٹ کا آلہ۔ یورن ول کا مشہور کارخانہ کڈمیری برادرس ان دنوں ایک آلہ سے ایک منٹ میں ۲۰۰۰ خطوط یا پیکٹ یا کارڈوں پر ٹکٹ اور مہر لگاتا ہے۔ یورن ول اور دوسرے علاقوں میں اسکا استعمال ہو رہا ہے امید ہے کہ ٹکٹوں کی قیمت کی کمی کا موجب ہوگا۔ کیونکہ ڈاکخانہ والے خطوط کو سیدھا کرنے اور ٹکٹوں پر مہر لگانے کی دقت سے بچ رہینگے۔

نئی سائیکل۔ قریباً ۴۰ برس سے ایک پہیہ کی سائیکل کی طرف اہل ایجاد کا خیال رجوع تھا۔ اب اس میں کامیابی ہونے لگی ہے۔ اس موجودہ سائیکل کا موجد ایک امریکن پروفیسر ای جی کرسی ہے۔ سائیکل موٹر کی خصوصیات رکھتی اور ۲۵ میل فی گھنٹہ رفتار سے چلتی ہے۔

جدید آلہ کتابت۔ بروایت امریکن سائنٹیفک ... حال میں ایک ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے جو کہ ایک نقطہ کے برابر کسی معدنی چیز پر ۴۰ ہزار الفاظ کندہ کر سکتا ہے۔ اس آلہ کو زمانہ جنگ میں استعمال کیا جائیگا۔ آلہ کے ذریعہ خزانہ اور قمیض کے بٹن پر مفصل داستان درج ہو سکیگی۔ جو بعد میں خوردبین سے پڑھ لی جائیگی۔

ارباب بست و کشاد۔ کلینشو نے فرانس

کو جنگ میں گھسیٹ دیا۔ اور اب فرانس مسٹر پوائنکارے کے ہاتھ میں ہے۔ اٹلی کا اختیار موسیولینی اور یونان کا وینیزیلوس پر ہے۔ روس نے دو شخصوں لینن اور ٹراٹسکی کی تابعداری اختیار کی اور جرمنی کا کوئی لیڈر نہیں اسی لئے تمام سلطنتوں کے مقابلہ میں وہ کمزور ہے۔ بلغاریہ کا لیڈر سٹمبولسکی تھا جسے قتل کر دیا گیا۔ رومانیہ کا برطیانو۔ یوگوسلاویہ کا پاشٹ اور ترکی کا رہنما کمال پاشا ہے۔ مصر کا اعتماد زغلول پاشا پر ہے جبکہ سپانیہ جرنل پریموڈی رویرا سے خوش ہے۔ ہنگری اور آسٹریا کو لیڈر میسر نہیں ہوئے زیکوسلاویکیا ساریک اور بینیس سے رضامند ہونے کی وجوہات رکھتا ہے۔ موجودہ سلطنتوں کی باگ ڈور کا حال اس نقشہ سے ظاہر ہے۔ مگر پولینڈ کی عنان حکومت وٹوس۔ ڈمسکی اور کارفنٹی تین اشخاص کے ہاتھ میں ہے۔

سوئیاں۔ ممالک متحدہ میں گذرے سال ۲۰ ۵ کروڑ ٹن زنانی پنیں (سوئیاں) بنائی گئی تھیں معمولی پنیں ۲۰ ارب اور ساڑھے تین کروڑ ہیئر پنیں اور ۱۲ کروڑ سے زیادہ سیفٹی پنیں ساخت میں آئیں۔ کیا ہندوستان سوئیاں بھی نہیں بنا سکتا؟ ٹن ۸ من کا ہوتا ہے۔

مال مسروقہ کی واپسی ۱۸۳۱ء میں پولینڈ کی بغاوت کے باعث جو شٹنلاس شاہ پولینڈ کے وقت میں واقع ہوئی حکومت روس نے تمام شاہی جائداد کو ضبط کر دیا تھا۔ اب پولینڈ کی سرکار نے [illegible] روس کے عجائب خانہ سے شاہ شٹنلاس کی تصاویر وصول پائی ہیں جو کہ ۱۳۰۰۰ کے قریب ہیں۔

اون۔ کیلیفورنیا میں ایک دُنبے سے ایک ہی کٹائی میں ۲۵ پونڈ اون اتری ہے۔

بیلے اور بچھے۔ آئرلینڈ میں ۱۸۷۲ء میں

۳ لاکھ ایکڑ میں السی کی کاشت ہوئی تھی مگر ۱۹۲۲ء میں صرف ۲۹ ایکڑ میں السی بوئی گئی۔ مگر ۱۹۲۳ء میں پھر یہ رقبہ ۴۵ ہزار ایکڑ تک چلا گیا ہے۔

روئی اور السی۔ جنگ سے پیشتر ایک ٹن روئی کی قیمت ۴۰ پونڈ اور السی کی ۸۰ پونڈ تھی۔ مگر اب روئی کی قیمت ۸۰ پونڈ اور السی کی ۱۲۰ پونڈ فی ٹن ہے اس لئے انگلستان میں السی کی کاشت پر توجہ دی جا رہی ہے۔

نئی روشنی اور سورج کی روشنی پیرس میں اس بات کی دریافت کیگئی ہے کہ دھواں کی کثرت سے شہر پیرس کس حد تک سورج کی روشنی سے محروم ہو جاتا ہے ایک آلہ اکٹنامیٹر سے شہر کے باہر جا کر سورج کی روشنی کی پیمائش کی گئی اور شہر کی روشنی سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ دھواں کے ذرات سے اور بھاپ کے ایک ہلکے سے بادل بن جانے سے شعاع آفتابی کا ایک چوتھائی حصہ نیچے پہنچنے سے رک جاتا ہے۔ لیکن جب نئی روشنی موجود ہونے پر سمجھنا ہے کہ سورج کی روشنی کی ضرورت باقی نہ رہے۔

بنے بنائے گھر۔ جاپان کے گذشتہ زلزلہ عظیمہ کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا ہے کہ کیلیفورنیا ملک امریکہ سے بنے بنائے گھر جہازوں پر لاد کر جاپان میں لائے جا رہے ہیں۔ ہر ایک ٹکڑا پہلے ہی سے مناسب پیمائش میں بنا ہوا ہوتا ہے اور ضرورت صرف اتنی ہوتی ہے کہ ہر ایک حصہ کو اپنی اپنی جگہ پر رکھکر چشم زدن میں گھر تیار کر لیا جاوے۔ بیسیوں پر بھی ایک بار زلزلہ جب تک نہیں آتا وہ بھی اپنے گھر نہیں بنا سکینگے۔ مگر زلزلہ قریب ہے۔ (فخان)

امسال پنجاب میں میٹرکولیشن کے امتحان میں ۲۴۴ مسیحی لڑکے اور ۴۲ مسیحی لڑکیاں کامیاب ہوئیں۔ ہم دل سے ان طلباء کو انکی کامیابی کیلئے

مبارکباد کہتے ہیں ✤

نہایت خوشی کی بات ہے کہ لاہور کا مسیحی پرچہ "خاصۂ مسیح" آب و تاب سے نکلا ہے اور ساتھ ہی ایک دوسرے پرچہ کا جنم ہونے والا ہے جس کا نام "نجیب" ہوگا دعا کرتے ہیں کہ ان سب کی عمر دراز ہو

نہایت خوشی کی بات ہے کہ پادری ایس۔ این عالب الدین بی۔ اے کی خدمات امریکن پریسبیٹرین مشن پنجاب سے ایک سال کے لئے ایم۔ این پنجاب نے طلب کر لی ہیں۔ پادری صاحب نے این۔ ایم۔ ایس کے متعلق اپنا کام بھی شروع کر دیا ہے۔ ہمیں قوی امید ہے کہ صاحب موصوف نیشنل مشنری سوسائٹی کے کام میں نئی زندگی کی روح پھونکنے میں ضرور کامیاب ہونگے۔ سوسائٹی کے منتظموں نے آپ کو منتخب کرنے میں کمال دانائی کا اظہار کیا ہے۔

سر مائیکل اوڈوائر نے جو دعوے سر سنکرن نائر کے خلاف کیا تھا۔ سر مائیکل جیت گئے اور سر سنکرن نائر پر ۵۰۰ پونڈ ہرجانہ کی ڈگری ہوگئی۔

امرتسر کے مہتروں نے کئی دن تک شہر کا کام ترک کر دیا تھا۔ اپنے مطالبے منوا کر کام شروع کیا ہڑتال کرنے کا گر ہاتھ آگیا۔ آگے کو کام دیتا رہیگا۔

مدراس ۹ جون کی خبر ہے کہ کٹہ انوادا میں پولیس نے ۲۴ آدمیوں کو سو سو روپیہ کے نوٹ بنانے کے الزام میں گرفتار کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ۵ ہزار کی مالیت کے نوٹ اُن سے برآمد ہوئے اور نوٹ بنانے کے اوزار بھی پولیس نے قبضہ میں کر لئے ہیں۔

بمبئی ۱۰ جون۔ بمبئی میں بھیک مانگنے کی خرابی کو دور کرنے کی غرض سے کارپوریشن نے پچھلے سال ایک رزولیوشن پاس کیا تھا۔ اب گورنمنٹ نے دریافت کیا ہے کہ کارپوریشن اس رزولیوشن پر عملدرآمد کرنے کے لئے کیا سکیم بنائی ہے اس کے جواب میں کارپوریشن نے لکھا ہے کہ وہ کسی سکیم کے اخراجات میں نصف ادا کرنے کو تیار ہے۔ بشرطیکہ باقی نصف گورنمنٹ ادا کرے۔ کارپوریشن نے تجویز پیش کی ہے۔ کہ اس خرابی کو بند کرنے کے لئے قانون بنایا جائے اور مضبوط جسموں والے بھیک منگوں کے لئے کاروبار کے مکان بنانے میں کارپوریشن نصف خرچ ادا کرے گی۔ اور مطالبہ کیا ہے کہ انتظامیہ بورڈ میں کارپوریشن کو اپنے حصہ کے مطابق نمائندگی ضرور ملنی چاہئے۔

امرتسر ۱۰ جون۔ پنجاب اودا سین مہا منڈل نے ایک رزولیوشن پاس کیا ہے۔ جس میں پنجاب کے نئے گورنر سر میلکم ہیلی کو خوش آمدید کہا ہے۔ نیز ان پر اعتماد رکھتے ہوئے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ صاحب موصوف اُن کی شکایات کو دور کرینگے۔

الہ آباد ۱۰ جون اٹاوہ سے ایک پیغام آیا ہے کہ پچھلے منگل کو مولوی بشیر پاشا مینیجر اسلامیہ ہائی سکول اٹاوہ چلتی ہوئی گاڑی سے نیچے گر پڑے۔ آپ زہرا سے اپنی شادی کرا کر دلہن اور برات کے ساتھ اپنے گھر کو واپس آرہے تھے۔ ٹکر وار کر آپ راہی عدم ہوگئے۔

بمبئی ۱۰ جون بمبئی ٹرامویز کمپنی کرایہ میں اضافہ پر غور کر رہی ہے۔ پہلے تو صرف ایک آنہ لیا جاتا تھا۔ مگر اب یہ تجویز ہو رہی ہے کہ دو میل تک ارد سے ۵ میل تک ڈیڑھ آنہ لیا جائیگا۔ مگر تجویز پر عملدرآمد کرنے سے پیشتر کمپنی کارپوریشن سے منظوری حاصل کرے گی۔

بمبئی ۱۰ جون۔ حجاموں کی ہڑتال جاری ہے۔ مشروط لائسنس لینے سے وہ انکار کرتے ہیں جو میونسپل کارپوریشن جس پر زور دیتی ہے۔

برزنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پرفضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق ہوا دار بورڈنگ ہاؤس خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے لہٰذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر پرنسپل برزنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

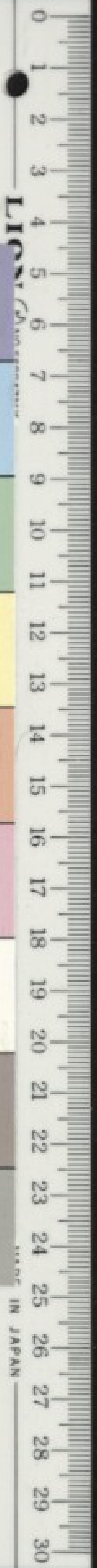
یونگ کرسچن ہائی سکول لودھیانہ

یہ یونگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۲۳ء سے حصہ ورنیکلر کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہوگیا ہے۔

خرچ خوراک ورنیکلر پرائمری میں فی طالب علم پانچ روپیہ اور اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار کلاس فیس سرکاری سکیل ہے۔ متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جز کشا اعلیٰ سے ماسٹر تک ... عہ سے ... تک دیا ... حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں



شکایت کی گئی ہے کہ جس سرکاری محکمہ کا افسر اعلیٰ کوئی ہندو تھا۔ اس میں مسلمانوں کو کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ اور از بس کوشش کی گئی کہ یہ علیحدہ رہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ ہندو مسلم کشیدگی کے اسباب مذہب تک محدود نہیں جو الزام میں نے درج کئے ہیں یہ انفرادی ہیں مگر انفراد کے خیالات ہی عوام کے جذبات کا آئینہ ہوا کرتے ہیں۔

عدم تشدد سے لوگوں کی بیزاری

فساد کا پہلا سبب از بس خطرناک ہے۔ غور و فکر کرنے والے احباب بظاہر عدم تشدد سے بیزار ہو گئے ہیں۔ احمد آباد اور ویرام گام کے واقعہ یا کہ بمبئی کے فساد اور چوری چورا کے ظلم کے بعد یہ ہی ستیہ گرہ کی تحریک کو ملتوی کر دینے کو لوگوں نے سمجھا نہیں۔ چوری چورا کا واقعہ آخری فعل تھا جس کو ہیں برداشت نہ کر سکا۔ اہل تدبر سمجھتے ہیں کہ اب ستیہ گرہ کی کوئی توقع نہیں۔ لہٰذا سوراج بھی جلدی نہیں ملسکتا اور ایسی امیدیں ضائع ہو چکی ہیں۔ عدم تشدد پر ان کا اعتماد سطحی تھا۔ دو سال کی بات ہے کہ ایک مسلمان دوست نے نہایت صداقت سے مجھے کہا تھا "مجھے آپ کے عدم تشدد پر اعتماد نہیں کم از کم میں ہرگز نہیں چاہتا کہ مسلمان یہ سبق پڑھیں۔ میں اس عدم تشدد کو اختیار کر کے سوراج لینا نہیں چاہتا جسکی آپ تلقین کرتے ہیں۔ میں تو دشمن سے نفرت کرنے پر مجبور ہوں"۔ یہ دوست بڑا متدین آدمی ہے اور میرے دل میں اسکی بڑی عزت ہے۔ میرے ایک اور بہت بڑے مسلم دوست کے متعلق بھی مجھے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ان کے بھی خیالات ایسے ہی ہیں خبر ممکن ہے غلط ہو۔ مگر مخبر کاذب نہیں۔

ہنود کی عدم تشدد سے بیزاری

صرف مسلمان ہی عدم تشدد سے بیزار نہیں ہیں۔ ہندو دوست بھی ایسی باتیں ہی کہتے ہیں۔ اور زیادہ زور سے کہتے ہیں۔ اور چونکہ میں عدم تشدد کا حد سے زیادہ حامی ہوں اور اس کا پرچار کرتا ہوں۔ اس لئے اکثر ہندو تو مجھے ہندو ہی نہیں مانتے وہ کہتے ہیں۔ گاندھی اصل میں عیسائی ہے جو مجھے نہایت درشتی سے کہا گیا ہے کہ میں گیتا کے مطالب کو دانستہ توڑتا مروڑتا ہوں خصوصاً جب یہ کہتا ہوں کہ یہ اعلیٰ ترین نظم صاف و صریح عدم تشدد سکھاتی ہے۔ میرے بعض ہندو دوست کہتے ہیں کہ بعض حالات میں تو قتل عمد کو گیتا نے فرض قرار دیا ہے۔ ایک بڑے معتبر شاستری نے گیتا کے متعلق میرے خیالات کی تردید کی ہے اور نفرت سے تردید کی اور فرمانے لگے کہ اس بات کے سمجھنے کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں کہ گیتا میں جس جنگ کا ذکر ہے وہ حق و باطل کی دوامی جنگ ہے۔ میں عدم تشدد کے خلاف ان آسا کو بالتفصیل اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ جس کا حل مجھے پیش کرنا ہے اس کے سمجھنے کے لئے ان کی تفہیم از بس ضروری ہے۔

میں خود عدم تشدد پر عامل نہیں

لیکن میں نے عدم تشدد کی صحیح ترین تصویر ملک کے سامنے پیش نہیں کی۔ اس لئے کہ میں اس پیام قدیم کے پہنچانے کا خود کو اہل نہیں پاتا۔ اگرچہ میری عقل نے عدم تشدد کو اچھی طرح بھانپ اور سمجھ لیا ہے تاہم عدم تشدد میری زندگی کا جزو لاینفک تا حال نہیں بنا۔ میری قوت کا راز یہ ہے کہ میں لوگوں سے کوئی ایسا کام کرنے کو نہیں کہتا جس کی کرنے کی میں نے خود بار بار کوشش نہ کی ہو۔ میں اپنے اہل وطن سے آج درخواست کرتا ہوں کہ وہ عدم تشدد کو اپنا اصول بنائیں۔ اول تو دیگر اقوام کے ساتھ اپنے تعلقات قائم کرنے کے معاملہ میں ہندو اور مسلمان۔ عیسائی اور سکھ اور پارسی تشدد سے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ نہ کیا کریں اور حصول سوراج کے ذرائع تشدد سے خالی ہونے چاہئیں۔ میں یہ اس لئے پیش نہیں کر رہا کہ ہندی کمزور ہیں۔ بلکہ یہ طاقت والوں کا ہتھیار ہے۔ ہندو اور مسلمان بڑے دعوے اور فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ دین کے معاملہ میں جبر نہیں ہونا چاہئے لیکن اگر

گائے کے لئے مسلمان کو قتل کرنا

جبر نہیں تو کیا ہے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ مسلمان سے جبراً ہندو عقائد منوائے جاتے ہیں اور اسی طرح اگر مسلمان قوت بازو سے ہندوؤں سے یہ منوائیں کہ وہ مساجد کے سامنے گانا نہ گائیں تو یہ تشدد نہیں تو کیا ہے؟ عبادت تو یہ ہے کہ شور و شغب ہو اور عبادت میں منہمک رہے۔ اگر ہم دونوں فریق ایک دوسرے کو قوت بازو سے مجبور کریں گے کہ وہ ہماری مذہبی حیات کا اقدام کریں تو آئندہ نسلیں ہمیں وحشی اور مذہب کے دشمن سمجھینگی۔ اور ہماری یہ کوشش بھی ناکام رہیگی۔ نیز ۳۲ کروڑ آدمی اگر انگریزوں کی ایک لاکھ جماعت کو راستہ پر لگانے کے لئے تشدد کے ذرائع استعمال کریں تو یہ بھی شرمناک حرکت ہوگی۔ انگریزوں کو راہ ہدایت پر چلنے کے لئے یا یوں کہئے کہ انکو ہندوستان سے نکالنے کے لئے ہمیں قوت بازو کی ضرورت نہیں۔ بلکہ عزم مصمم کی ضرورت ہے اگر ہمارا ارادہ مصمم نہیں تو ہمیں قوت بازو بھی کچھ حاصل نہ ہوگی۔ اگر ہم ارادے پکے کر لیں تو ہمیں پتہ چلیگا کہ ہمیں اسلحہ کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

سوراج کے حصول کا ذریعہ

لہٰذا حصول سوراج اور باہمی تعلقات کے معاملے میں عدم تشدد کے اصول پر کاربند ہونا ہماری قومی زندگی کی لازمی شرط ہے۔ یہ ہمیں سکھائیگا کہ ہم آپس میں لڑنے کی نسبت کسی بہتر مقصد پر اپنی جسمانی قوت کو خرچ کر سکتے ہیں۔ ہم اپنی قوت کو بھائیوں کے قتل کرنے میں خرچ نہ کرینگے۔ جیسے کہ ہم اب کر رہے ہیں یہ باہمی جدال دونوں فریقوں کو تھکا دیتا ہے اور

مسلم تجارت ایک احمقانہ فعل ہے۔ تا وقتیکہ تمام قوم اُس کی حامی نہ ہو۔ اور اگر تمام قوم ترک موالات کے پروگرام کے مختلف کو ائف پر عمل کرے تو خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر ہم اپنا مقصد حاصل کر سکتے۔

ڈاکوؤں سے تشدد کرو

میں یہ نہیں کہتا کہ جو تم میں ہند پر حملہ کریں جو چور اور ڈاکو آئیں۔ اُن کے مقابلہ میں طاقت استعمال نہ کرو لیکن ڈاکوؤں۔ چوروں اور حملہ آوروں کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی طاقت کو سنبھال کر رکھیں تھوڑی سی بات پر تلوار اُٹھا لینا طاقت کی دلیل نہیں بلکہ کمزوری کی علامت ہے۔ میرا طرز عدم تشدد کبھی بھی طاقت کے زائل کرنے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اگر قوم اس پر عمل کرے تو خطرہ کے وقت کا طاقت کا منتظم اور اجتماعی استعمال ہو سکیگا

خیالات میں عدم تشدد

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم عدم تشدد کی وجہ سے ناکارہ اور کمزور ہو رہے تھے۔ ذرا غور کریں تو اُن کو پتہ چلیگا۔ کہ عدم تشدد کا صحیح اور واحد مفہوم ہے اس کے مطابق ہم کبھی اس پر عامل نہیں ہوئے۔ اگرچہ ہم نے کسی کے جسم پر چوٹ نہ لگائی ہو۔ تو کیا بات ہے کہ ہمارے دلوں میں عدم تشدد موجود تھا۔ اگر ہم اپنے بیرونی عمل کی طرح اپنے قول اور خیال کو بھی ضبط میں رکھتے تو ہم موجودہ تکان محسوس نہ کرتے۔ اگر ہم خود کو دھوکہ نہ دیتے تو اب تک ہماری قوت ارادی ایسی ہو جاتی کہ اس کی نظیر ڈھونڈے نہ ملتی۔ میں نے عدم تشدد کے غلط مفہوم پر طویل بحث کی ہے۔ اس لئے کہ مجھے یقین کامل ہے کہ اگر اس میں حصول سوراج اور باہمی تعلقات کے معاملہ میں عدم تشدد پر کبھی اعتماد تھا تو اس اعتماد کی تجدید ہندو مسلمانوں کی موجودہ کشیدگی بہت کم ہو جائیگی۔ کیونکہ میری رائے ہے کہ موجودہ کشیدگی کے سوال پر غور کرنے سے پہلے باہمی تعلقات کو عدم تشدد پر محمول کرنے کا اصول مان لینا از بس ضروری ہے۔ یہ دونوں کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لینگے۔ بلکہ جہاں کہیں اور جب کبھی بھی فساد ہو اُس کا فیصلہ یا ثالث کرینگے۔ یا اگر خواہش بھی ہو تو عدالتیں کرینگی۔ جہاں تک تعلقات بین الاقوام کا واسطہ ہے عدم تشدد کے یہی معنی ہیں اسکو یوں ہی بیان کرتے ہیں کہ جس طرح لین دین کے معاملات میں ہم ایک دوسرے کا سر نہیں پھوڑتے۔ اسی طرح ہمیں مذہبی معاملات میں ایک دوسرے سے لڑنا نہیں چاہیے۔ یہی وہ معاہدہ ہے کہ جس کی ترتیب میں فی الفور ضرورت ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر اب ایسا کیا گیا تو باقی تمام باتیں خود بخود حاصل ہو جائیگی۔

ہندو بزدل ہیں۔

یہ فرض کرنے کے بعد کہ لوگ اسباب پر عمل کرینگے اب ہم دوامی فساد پیدا کرنے والے عناصر پر غور کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہو کہ جنگ میں بالعموم ہندو ہارتے ہیں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ہمیشہ تنگ کرنے والے آدمی مسلمان ہوتے ہیں اور کہ ہندو بزدل ہیں۔ یہ بات میں نے ریلگاڑیوں میں سڑکوں پر مشاہدہ کی ہے اور جو جھگڑے فیصل کرنے کا مجھے اعزاز حاصل ہوا ہے ان میں بھی میں نے زیادہ تر یہی بات دیکھی ہے کیا یہ مناسب ہے کہ ہندو اپنی بزدلی کے نتیجہ کا الزام مسلمانوں کے سر تھوپے جہاں بزدل بسینگے وہاں جبر کرنے والے ضرور آ جائینگے۔ کہتے ہیں کہ سہارنپور میں مسلمانوں نے گھر لوٹے آہنی صندوق توڑ ڈالے اور ایک ہندو عورت کی عصمت دری کی۔ اگر یہ سچ ہو تو یہ قصور کس کا تھا۔ یہ سچ ہے کہ مسلمان اس شرمناک روش کو کسی طرح حق بجانب ثابت نہیں کر سکتے۔ لیکن میں مسلمانوں کے ظلم کے باعث ان سے اتنا ناراض نہیں ہوں جتنا میں ہندو ہونے کے باعث ہندوؤں کی بزدلی دیکھ کر شرمندہ ہوں۔ ان مکانات کے مالک اپنی جائداد کی حفاظت کرتے ہوئے مر کیوں نہ گئے جس بہن کی عصمت دری کی گئی اُس کے رشتہ دار کہاں تھے؟ کیا وہ جواب دہ نہیں ہیں۔ میرا عدم تشدد اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ خطرہ کے وقت انسان اپنے عزیزوں کو بے حفاظت چھوڑ کر بھاگ جائے جب تشدد اور بزدلی کا مقابلہ ہو تو میں مجبور ہوں کہ بزدلی کو تشدد پر ترجیح دوں جس طرح میں اندھے کو عمدہ مناظر قدرت دکھا نہیں سکتا اسی طرح میں بزدل کو عدم تشدد نہیں سمجھا سکتا۔ عدم تشدد تو گویا شجاعت کی بلند ترین منزل ہے اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جو لوگ تشدد کے حامی تھے ان پر عدم تشدد کے ماننے والے فوقیت حاصل کرتے ہیں۔

اپنی بزدلی کا اقرار

میں ہنوز بزدل تھا اور اس زمانہ میں تشدد کا حامی تھا۔ جب میں نے بزدلی کو ترک کرنا شروع کیا تو مجھے عدم تشدد کی قدر معلوم ہوئی جو ہندو اس جگہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ جہاں اُن کا موجود رہنا انکا فرض تھا۔ وہ اسلئے نہیں بھاگے کہ وہ عدم تشدد کے حامی تھے یا وہ مارنے سے ڈرتے تھے نہیں بلکہ وہ اسلئے بھاگے کہ وہ مرنے یا مجروح ہونے سے خائف تھے شکاری کتے سے ڈر کر بالاخر خرگوش عدم تشدد کا حامی نہیں ہوا کرتا یہ بیچارہ تو کتے کو دیکھ کر کانپ جاتا ہے اور جان بچانے کے لئے دوڑتا ہے وہ ہندو کہ جو دو نکی طرح بھاگ گئے اگر سینہ تانکر مسکراتے ہوئے اپنی جگہ کھڑے ہوئے مرجاتے تو وہ حامی عدم تشدد مانے جاتے۔ اپنا نام روشن کرتے اپنے مذہب کے لئے باعث فخر ہوتے اور مسلمان حملہ آور انکے دوست بنجاتے اور اگر وہ اپنی جگہ کھڑے رہکر لات کے جواب میں مکہ مارتے تو بھی انکے لئے بہتر ہوتا۔ اگرچہ یہ پہلی حالت سے کمتر تھا اگر ہندو چاہتے کہ انکو تنگ کرنے والے مسلمان دوست بنجائیں اور انکی عزت کریں تو انکو بد ترین مشکلات کے

